ضروری گزارش

اس موضوع پر لکھنے کے لئے مؤلف کو اپنی کم فہمی اور کم علمی کا شدید احساس ہے۔ مگر موجودہ دور میں قرآن سے بڑھتی ہوئی دوری یہ چند گزارشات لکھنے کا سبب بنے کہ شاید اس تحریر کو پڑھ کر کسی کے دل میں قرآن سمجھ کر پڑھنے کی تحریک پیدا ہو اور یہ اُس کی اور میری آخرت کی بخشش کا باعث بن جائے۔

اس تحریر کو مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مفتی محمد نعیم صاحب کی تصحیح کے بعد آخری شکل دی گئی۔ دونوں حضرات نے ضروری تصحیح، ترامیم اور اضافے کئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے خصوصی طور پر احادیث کی تخریج کی اور الفاظ کے انتخاب میں تبدیلیاں کیں۔

مضمون پر نظر ثانی کے لئے میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دارالعلوم حقانیّہ نوشہرہ ، مفتی رضاء الحق صاحب مفتی اعظم جنوبی افریقہ اور ڈاکٹر مولانا اسعد تھانوی صاحب جامعہ اشرفیہ سکھر کا انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی اہم مصروفیات میں سے وقت نکال کر اسے پڑھا، اس کی صحت کی تصدیق کی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب علماء کرام کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نجیب الحق

تلاوت قرآن کا ثواب، اہمیت اور تقاضے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس کے ایک ایک حرف پڑھنے کے بدلے دس دس نیکیوں کی خوشخبری سنائی ہے اور فرمایا کہ الم ایک حرف نہیں بلکہ تین حروف ہیں۔ یعنی صرف ا، ل، م پڑھنے سے تیس نیکیوں کا ثواب کمایا جاسکتا ہے۔(ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کو بہترین انسان کہا۔

عَنْ عُثْمانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قالَ رَسُولُ الله ﷺ ''خَیْرُکُم مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ'' (رواہ بخاری)

حضرت عثمان بن عفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے''۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اہلِ قرآن کو اہلُ اللہ کہا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رضی الله عنه) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ'' قَالُوا ''يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ هُمْ'' قَالَ ''هُمْ أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللهِ وَخَاصَّتُهُ'' (رواہ النسائی و ابن ماجۃ و الحاکم و احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسانوں میں اللہ کے کچھ خاص لوگ ہیں، (صحابہ نے) پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا قرآن والے (سیکھنے اور عمل کرنے والے)، وہی اہل اللہ ہیں اور وہی اس کے خواص (خاص لوگ) ہیں۔

بہت سی دوسری احادیث میں بھی فضائل قرآن کا ذکر کیا گیا ہے۔ ذیل میں مولانا ذکریا رحمہ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب فضائل اعمال سے چند مستند احادیث نقل کی گئی ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَمَسْئَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاقْرَءُوْهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوحُ رِيحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِي جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِيَ عَلٰى مِسْكٍ۔

(رواہ الترمذی، والنسائی، وابن ماجۃ وابن حبان)

---

[1] (اردو فضائل اعمال۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ۔ کتب خانہ فیضی لاہور پاکستان

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اس کو پڑھو۔ اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف کو سیکھتا اور پڑھتا ہے اور تہجّد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ (رضی اللہ عنہا) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفاً يَتَبَاهَوْنَ بِهِ وَإِنَّ بَهَاءَ أُمَّتِي وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ (رواہ فی الحلیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ "ہر چیز کے لئے کوئی شرافت اور افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ (رواہ مسلم و ابوداؤد)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلام پاک اور اس کا دور (درس وتدریس) نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں کرتے ہیں"۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصّل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّاءَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (جس کو اس کے برے اعمال رحمت سے دور رکھیں اس کا عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا اسے رحمت سے قریب نہیں کر سکتا)۔

عَنْ جَابِرٍ (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ، وَمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ، مَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَطَهُ إِلَى النَّارِ." (رواہ ابن حبان و الحاکم مطولا و صححہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "قرآن ایک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو (جھگڑا کرنے والا) ہے جس کا جھگڑا تسلیم کیا گیا۔ جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنّت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے گا اس کو یہ جہنّم میں گرا دیتا ہے۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَن قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الغَافِلِينَ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ "جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہو گا۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے آخری حصّے میں فرمایا گیا؛ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ "افَلَا يَغدُ وُ احَدُكُم إِلَى المَسجِدِ فيُعَلِّمُ اَو يَقرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ ، وَمِنْ ثَلَاث، وَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الإِبِلِ"۔ (رواہ مسلم و ابوداؤد)

"مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔"

فضائل اعمال کے آخری حصے میں ایک مضمون کا عنوان ہے "مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج۔ تجویز فرمودہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدّس سرّہٗ مرتّبہ حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی "۔

اس میں کئی اہم نکات تجویز کئے گئے ہیں اور اسی مضمون میں صفحہ ۲۱ ۷ پر لکھے درجہ ذیل سطور میں قرآن کو سیکھنے اور سکھانے، اور سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

"قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا، جس کے دو طریقے ہیں۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنیٰ اور مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا، اگر عالم نہ ہو اور معنیٰ و مفہوم سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنیٰ سمجھے کلامِ ربّانی کی تلاوت کرے، اور سمجھے کہ میری فلاح اور بہبود اسی میں مضمر ہے۔

محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادتِ عظمیٰ ہے اور موجبِ خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوّں اور محلّہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدّم رکھنا۔

جناب خرم مراد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن کا راستہ[1] میں قرآن کی آیات اور سورتوں کی فضیلتوں کے بارے میں احادیث بیان کی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

---

[1] قرآن کا راستہ صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۱۔ خرّم مراد ترجمہ مسلم سجّاد۔ منشورات

سورۃالفاتحہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

''سورۃالفاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے'' (دارمی و بیہقی)

سورۃواقعہ کے بارے میں ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ''جو شخص رات کو سورۃواقعہ پڑھے گا اس پہ کبھی فاقہ نہیں آئے گا'' اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ ہر رات اس سورت کو پڑھا کریں'' (بیہقی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے رات کو سونے سے قبل آیت الکرسی کی تلاوت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک فرشتہ محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا۔ (بخاری)

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جو بھی سورہ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کرتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے وہ دجّال سے محفوظ رکھا جائے گا۔'' (مسلم)

سورہ الملک کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ''قرآن کی ایک سورت جس کی تیس آیات ہیں۔ اس نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی بخشش ہو گئی اور وہ سورۃالملک ہے''۔ (احمد، ترمذی و ابو داؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سورہ رحمٰن کو قرآن کا زیور اور سورۃیٰسین کو قرآن کا دل قرار دیا ہے۔ (بیہقی)

قرآن پڑھ کر ایک مسلمان کا کیا ردِ عمل ہونا چاہیے؟

قرآن خود ہی اس کی تفصیل ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾

سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ (۲۔ سورۃ الانفال)

الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

وہ لوگ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اُٹھتے ہیں، جو مصیبت بھی اُن پر آتی ہے اُس پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ رزق ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۳۵۔ سورۃ الحج)

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اُسے سُن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں، اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذِکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے

جس سے وہ راہِ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔ (۲۳۔ سورۃالزّمر)

آیئے ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا قرآن سن یا پڑھ کر ہماری حالت ایسی ہو جاتی ہے؟ کیا ہمارے جسم لرزا ٹھتے ہیں یا ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں؟ کیا ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں؟ اکثر نہیں تو کیا کبھی کبھی ہی ایسا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو سورۃالحشر کی آیت ۲۱ میں فرماتا ہے کہ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ﴿۲۱﴾

"یعنی مقامِ حسرت اور افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہ ہو۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلّم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پارہ پارہ ہو جاتا"۔ (تفسیرِ عثمانی)

اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ "اگر ان کے دل قرآن جیسی عظیم کتاب کو سن کر بھی پگھلتے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ نے ایسی قساوت پیدا کر دی ہے جس پر کوئی بڑی سے بڑی حقیقت بھی اثرانداز نہیں ہوتی۔ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ایسے دلوں پر مہر ثبت نہ کر دے جس طرح اس نے یہود کے دلوں پر کی ہے۔" (جلد ۱۱ صفحہ ۵۶۶)

نعوذ باللہ ثمّ نعوذ باللہ کیا ہماری حالت یہ تو نہیں ہو گئی جیسا کہ سورۃالبقرہ کی آیت ۷۴ میں اللہ نے کہا ہے کہ "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً" پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔

قرآن فہمی کی ضرورت اور اہمیت

اللہ خود فرماتا ہے کہ قرآن کے بارے میں اس امت سے پوچھا جائے گا۔
سورۃ الزخرف میں ارشاد ہے۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْــَٔـلُوْنَ ﴿۴۴﴾

"(اے پیغمبر) تم بہر حال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعہ سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو (۴۳) حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم سے اس کی بابت باز پرس ہو گی" (الزخرف۔ ۴۳، ۴۴)

اور پھر سورۃ "صٓ" میں یہ بھی بتا دیا کہ اس قرآن کے بارے میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر والے اس سے سبق لیں (صٓ۔۲۹)

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اس آیت میں قرآن کو سمجھنے کے دو پہلو بیان کئے ہیں یعنی تذکّر اور تدبّر اور پھر ان دونوں پہلوؤں کی تشریح کی ہے جس کا خلاصہ درجہ ذیل ہے۔

اوّلاً۔ تذکّر: قرآن کو اتنا سمجھنا کہ اس سے انسان نصیحت حاصل کر سکے۔ یہ سب کے لئے ضروری ہے۔ قرآن کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ ہم اس کو سمجھ کر

پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ تذّکر میں قرآن پر غور و فکر تو شامل ہیں مگر بہت گہرائی میں غوطہ زنی کی ضرورت نہیں ہوتی، بہت مشقّت و محنت مطلوب نہیں ہے۔ انسان کے اندر طلبِ حقیقت ہو اور قرآن سے براہِ راست رابطہ ہو جائے تو تذّکر حاصل ہو جائے گا۔ قرآن مجید کو اس حد تک سمجھنے کے لئے بس اتنی عربی ضرور آتی ہو کہ عربی متن کو براہِ راست سمجھ سکیں۔ کم از کم اتنا تو ہو کہ جب قاری حضرات نماز یا تراویح میں قُرآن پڑھیں تو سمجھ آتی ہو۔ تھوڑی محنت سے یہ فائدہ قرآن سے ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ سورۃ القمر میں اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۔اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنادیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟(۱۷) اور اس آیت کو اس ایک سورت میں چار بار دہرایا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ سورہ النحل میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

اے نبی ﷺ ! ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔(۴۳) پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ ذکر (قرآن) تم پر نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے، اور تا کہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں۔ (النحل ۴۴)

ثانیاً۔ تدّبر: تذّکر کے بر عکس قُرآن پہ تدّبر و تفکر کر کے اس کی گہرائی کو سمجھنے کے لئے نہ صرف عربی کے گہرے علم کی ضرورت ہے بلکہ دوسرے علوم سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔تدبّر کے لحاظ سے قرآن مشکل ترین کتاب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا منبع اور سرچشمہ وحی الٰہی ہے اور علم الٰہی لامتناہی ہے۔اس کو کوئی شخص نہ عبور کر سکتا ہے نہ گہرائی میں اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔یہ ناممکن ہے چاہے پوری زندگیاں کھپا لیں۔اس کا احاطہ کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ (بیان القران حصہ اول صفحہ ۹۶۔۹۷)

قُرآن کی اس طرح تفسیر و تشریح کو سمجھنے کے لئے علماء نے کئی بنیادی علوم (۱۵ یا اس سے زیادہ) کو لازم قرار دیا ہے۔یہ کام علماءِ کرام کا ہے۔قُرآن کی تفسیر اور معنی و مطالب قیامت تک بیان ہوتے رہیں گے اور ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق روزِ قیامت تک اس کی تشریح و تفسیر ہوتی رہے گی اور اس کے مطالب ختم نہیں ہوں گے۔

قُرآن میں ان لوگوں کو اُمی (ان پڑھ) کہا گیا ہے جو قُرآن کا علم نہیں رکھتے، چاہے انہوں نے دنیاوی علوم میں پی ایچ ڈی ہی کیوں نہ کی ہو۔

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۞۸

اِن میں ایک دوسرا گروہ اُمیّوں کا ہے، جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں، بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں۔ (البقرہ۔۷۸)

جن لوگوں نے اللہ کی آیات کو بھلا دیا انہیں آخرت میں اندھا اٹھایا جائے گا۔

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ﴿۱۲۶﴾

اور جو میرے ''ذکر'' (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے ''۔(۱۲۴) وہ کہے گا، '' پروردگار ، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا ، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا''؟ (۱۲۵) اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' ہاں ، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تو نے بھلا دیا تھا۔اُسی طرح آج تُو بھلایا جارہا ہے''۔(۱۲۶)۔ (سورۃ طٰہٰ ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴)

اس آیت کی تشریح کے سلسلے میں امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ : ''ایک آقا نے اپنے خدّام کو ایک باغ سُپرد کیا اور اس کی اصلاح و تعمیر کے لئے انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا کہ اس کے مطابق باغ کی اصلاح و تعمیر سے کام لینا تھا۔ آقا نے حسن کارکردگی پر ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا اور لاپرواہی اور غفلت سے کام لینے پر سخت سزا کی دھمکی دی۔ ان خدّام نے اس ہدایت نامے کی نہایت تعظیم کی۔ اسے بار بار پڑھا بھی لیکن اس کی کسی بات پر عمل نہ کیا اور غفلت سے باغ کی اصلاح و تعمیر کی بجائے اسے ویران و برباد کردیا۔ اس ہدایت نامے کی رسمی تعظیم اور بار بار پڑھنے نے انہیں فائدہ نہ پہنچایا سوائے اس کے کہ اس کی خلاف ورزی پر انھوں نے اپنے آپ کو مستوجب سزا ٹھہرالیا۔''

(تدریس لغۃ القرآن صفحہ ۲۳، ۲۲)

قرآن پسِ پشت ڈالنے اور اس کو عملاً چھوڑنے پہ تنبیہ۔

اور جن لوگوں نے قُرآن کو پسِ پشت ڈال دیا ہو قیامت کے دن قُرآن اُن کے گلے میں پڑا ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمادیں۔

يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاءَنِىْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا (۲۸) اس نے مجھ کو (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے (۲۹) اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا (۳۰)۔ (سورۃ الفرقان ۳۰،۲۹،۲۸۔ ترجمہ، ابن کثیر از مولانا فتح محمد)

مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے معارف القرآن میں فرماتے ہیں "قُرآن کو عملاً چھوڑ دینا بھی گناہِ عظیم ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ قُرآن کو مہجور اور متروک کر دینے سے مراد قُرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔ مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قُرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی، وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے قُرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا، نہ اسکی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قُرآن اسکے گلے میں پڑا ہوا آئیگا اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کریگا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے

چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اسکے معاملے کا فیصلہ فرمادیں"۔
(معارف القرآن صفحہ ۴۷۱ جلد ۶۔ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴)

اور تفسیر احسن البیان میں اس آیت کی تشریح یوں کی گئی ہے "اس پر ایمان نہ لانا، اس پر عمل نہ کرنا، اس پر غور و فکر نہ کرنا، اور اس کے اوامر پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی ہجران ہے اسی طرح اس کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کو ترجیح دینا بھی ہجران ہے یعنی قُرآن کا ترک اور اس کا چھوڑ دینا ہے جس کے خلاف قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے دربار میں استغاثہ فرمائیں گے" (صفحہ ۸۲۴۔۸۲۵)۔

ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملک رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"حشر میں انتہائی مایوس کن صورتِ حال:۔ قیامت کا منظر تو اپنی جگہ لیکن اس آیت پر اپنی خصوصی توجہ مرکوز کیجئے گا جب رسول اللہ ﷺ یوں کہیں گے کہ یہ ہیں میری قوم کے وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ کی شفاعت برحق! آپ ﷺ کا شفیع المذنبین ہونا بھی برحق! مگر وہ بدنصیب جن کے خلاف آپ ﷺ خود اتنی بڑی شکایت اور گواہی ارشاد فرمائیں انہیں کون عذابِ الٰہی سے بچا سکتا ہے؟ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اس زمرہ سے باہر نکلنے کی سر توڑ کوشش کرے۔"
(تفسیر انوار القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۳۸ ڈاکٹر مرتضٰی ایجوکیشن ٹرسٹ لاہور)

قرآن مجید کی یہ آیات ایسے وقت میں نازل ہوئیں جب کفار مسلمانوں کو قرآن سننے اور پڑھنے سے روکنے کے لئے شور و غل مچاتے تھے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا تھا کہ مسلمان قرآن سن اور سمجھ نہ سکیں۔ بدقسمتی سے آج بھی غیر مسلم تو کیا خود مسلمانوں کے اندر بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مختلف طریقے اور حیلے

بہانے بنا کر مسلمانوں کو قرآن سمجھنے کے قریب نہیں آنے دیتے۔ آج سکولوں اور کالجوں میں بھی ہمارے نظامِ تعلیم سے قرآن کی تعلیمات کو تقریباً نکال دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں ہماری نئی نسل قرآن سے دور ہوتی جا رہی ہے۔

"یہ حقیقت ہے کہ نہ تو ہم قُرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس میں تدّبر و تفکّر سے کام لیتے ہیں۔ ہمارا آج کا یہ دور قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت سے کسی بھی صورت مختلف نہیں بلکہ حق کے ترک کرنے میں اس سے بھی کہیں آگے بڑھ چکے ہیں۔ جاہلیت بمقابلہ علم و فن نہیں، بلکہ حق سے رو گردانی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کا نام جاہلیت ہے آج اس لحاظ سے پوری دنیا خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہی ہے۔ قُرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنے آپ کو اس ضلالت سے بچا سکتے ہیں۔

رسول ﷺ نے فرمایا "اَلْقُرآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ" یہ قُرآن تیرے لئے یا تجھ پر ایک حجّت ہے" یعنی یہ کہ اگر تو اسے سمجھے اور اس پر عمل کرے تو تیرے لئے حجّت ہے اور یہی قُرآن تجھ پر یعنی (تیرے خلاف) حجّت ہے اس صورت میں کہ تو اسے سمجھنے کی کوشش نہ کرے اور عمل پیرا نہ ہو"۔

(تدریس لغتہ القرآن صفحہ ۲۸، ۱۶-۱۵)

قرآن فہمی میں درپیش مشکلات اور مسائل

کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کا حکم دیا گیا مگر قُرآن پڑھنے سے پہلے بسم اللہ کے ساتھ تعوذ پڑھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد ہے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ ”پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو“ (۹۸)۔ (سورۃ النحل۔۹۸)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیطان کسی بھی شخص کو قرآن پڑھنے اور سیکھنے سے روکنے کا ہر ممکن حربہ استعمال کرتا ہے مگر جب ہم اللہ کا کلام شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ بھی پڑھ لیں تو شیطان کا یہ حملہ ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

”شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ وہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قراءت قُرآن جیسے کام سے جو کہ نیکیوں کا سر چشمہ ہے وہ کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے۔ ضرور اس کی کوشش ہو گی کہ مؤمن کو اس سے باز رکھے۔ اور اس میں کامیاب نہ ہو، تو ایسی آفات میں مبتلا کردے جو قراءتِ قُرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔“ (تفسیر عثمانی)

شیطان عمومی طور پہ تین طریقوں سے انسان کو قُرآن پڑھنے اور سیکھنے سے روکتا ہے۔

۱۔ جب ہم قرآن پڑھنے اور سیکھنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو عین اسی وقت کوئی ایسا دنیاوی کام یاد دلاتا ہے جس کے کرنے کی اہمیت اور ضرورت کو اتنا زیادہ کر دیتا ہے کہ انسان قُرآن سیکھنے کو چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

۲۔ شیطان بعض اوقات دنیاوی کام کو بھی اس طرح دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ بھی تو تُم دین ہی کا ایک کام کر رہے ہو اور پھر بندہ اس خوبصورت دام

میں پھنس کر دین کا اصل کام یعنی قُرآن سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے دور ہوتا جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دین کا کام کر رہے ہیں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ ہر شخص اپنے دل کو ٹٹول کر جائزہ لے سکتا ہے کہ میں یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں یا دنیاوی مفاد کی خاطر۔ سورۃ الکہف میں ایسے ہی کاموں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾

"اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ (۱۰۳) وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں (۱۰۴)۔" (سورۃ الکہف ۱۰۴، ۱۰۳)

اور سورۃ الزخرف میں ارشاد ہوا ہے کہ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾

جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ (رحمان کے ذکر سے مراد اس کی یاد بھی ہے، اس کی طرف سے آئی ہوئی نصیحت بھی، اور یہ قرآن بھی)۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

۳۔ شیطان کا تیسرا حملہ یہ ہے کہ دین ہی کے کوئی ایسے دوسرے کام سامنے لے آتا ہے اور ان کو ایسا خوش نما بنا دیتا ہے کہ ہم ان کاموں میں لگ کر قُرآن سیکھنے کو اپنی

ترجیحات میں نچلے درجے پر لے جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ اللہ کا وہ واحد کلام ہے جو من و عن لفظاً لفظاً قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے محفوظ کردیا گیا ہے اور جس میں اللہ ہم ہی سے مخاطب ہے۔ اس کو سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کیئے بغیر ہم کیسے صراطِ مستقیم کو پا سکتے ہیں؟ وہی صراطِ مستقیم، جس کا ذکر قرآن کی پہلی ہی سورت "الفاتحہ" میں کیا گیا ہے اور ہم اپنی نماز میں روزانہ کم از کم بتیس مرتبہ اللہ سے اس راہِ ہدایت کا سوال کرتے ہیں اور جس کے جواب میں اللہ نے پورا قرآن اتارا ہے اور اس میں اس راستے کو وضاحت سے کھول کھول کر روشن نشانیوں کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ ہم اس پر عمل کر کے اس صراط مستقیم کو پالیں اور دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرلیں۔ جب ہم قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کی اوّلین ترجیحات میں رکھیں گے تو تب ہی اس صراطِ مستقیم کو پا سکیں گے جس کو پانے کی ہم نماز میں روزانہ کم از کم بتّیس مرتبہ اللہ سے دعا مانگتے ہیں۔

ہمارا کام پورے اخلاص سے قرآن سیکھنے کی کوشش کرنا ہے تاکہ اپنی زندگی اس کی تعلیمات اور ہدایات کے مطابق گزار سکیں۔ یہ فکر تو ہمیں یقیناً ہونی چاہیئے کہ ہم قرآن کتنا سیکھ پائے اور اس پہ کتنا عمل کر پائے؟ لیکن ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ہماری ذمہ داری کوشش کرنا ہے نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ کس کو کتنا عطا فرماتا ہے۔ اجر کا تعلق اللہ نے نیت اور کوشش سے جوڑا ہے نتائج سے نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قرآن کو مہارت کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ بڑی عزت والے فرشتوں اور نبیوں کے ساتھ ہو گا۔ جس کے لئے قرآن پڑھنا مشکل ہو اور پھر بھی محنت کرتا رہا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہو گا ایک قرآن پڑھنے کا دوسرا اس پر محنت کرنے کا۔" (سنن ابوداؤد)

ہماری موجودہ صورتِ حال کا علاج

موجودہ حالات کا واحد علاج یہی ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف پلٹ آئیں اور اس کو سمجھ کر پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لیں ورنہ کہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی زد میں نہ آ جائیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے بعد میں آنے والے لوگوں کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

يَخرُجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ اوفِي هٰذِهِ الأُمَّةِ يَقْرَؤُنَ القُرآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهِمْ "آخری زمانے میں یا اس امت میں ایسی قوم نکلے گی کہ وہ قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔" (سنن ابنِ ماجہ)۔ اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو شرار الخلق قرار دیا۔

اسیرِ مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے فرمایا "مسلمانوں کی موجودہ پستی کے دو ہی سبب ہیں ۔ترکِ قُرآن اور باہمی اختلاف۔ اور اس کا علاج صرف یہی ہے کہ قُرآنی تعلیمات پر لوگوں کو جمع کیا جائے اور اس کی تعلیم عام کی جائے۔" یعنی امت کے اختلاف کو ختم کرنے کا نسخہ بھی صرف قُرآن ہی ہے۔

یہ بات شاید انہوں نے حارث بن عبداللہ اعور رضی اللہ عنہ کی درجہ ذیل حدیث کی بنیاد پہ کہی ہو جو انہوں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" کہ

"میرے پاس جبرائیل آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت آپ کے بعد اختلافات میں پڑ جائے گی، میں نے پوچھا کہ جبرائیل!

اس سے بچاؤ کا راستہ کیا ہے ؟ انہوں نے کہا قرآن کریم، اسی کے ذریعے اللہ ہر ظالم کو تہس نہس کرے گا، جو اس سے مضبوطی کے ساتھ چمٹ جائے گا وہ نجات پا جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا یہ بات انہوں نے دو مرتبہ کہی۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن ایک فیصلہ کن کلام ہے یہ کوئی ہنسی مذاق کی چیز نہیں ہے، زبانوں پر یہ پرانا نہیں ہوتا، اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے، اس میں پہلوں کی خبریں ہیں، درمیان کے فیصلے ہیں اور بعد میں پیش آنے والے حالات ہیں۔" (متفق علیہ۔ مسند احمد)

سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۶۸ کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اسی طرح اللہ تعالیٰ ہم سے فرماتے ہیں کہ کس منہ سے تم نماز پڑھ رہے ہو جب کہ تم نے اللہ کی کتاب کو قائم نہیں کیا۔

یعنی اے قرآن والو تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے جب تک تم قرآن کو اور جو کچھ تم پر نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرتے۔" (قرآنِ حکیم اور ہم۔ صفحہ ۲۹)

آج ہم قرآن سنتے اور پڑھتے ہیں لیکن یہ ہماری زندگی میں کسی تبدیلی کا باعث نہیں بن رہا۔ رسول ﷺ کے زمانے میں عرب کے ان پڑھ بدّو بھی جب قُرآن سنتے تو ان کے جسم کانپنے لگتے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ وہ اسے اپنی زندگی سے متعلق پاتے تھے اور اس پر عمل کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے تھے اور پھر اسی قُرآن کی برکت سے بکریاں اور اونٹ چرانے والے یہ لوگ انسانیت کے رہنما بن گئے۔ آج وہی قُرآن لفظ بہ لفظ ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہر زبان میں بے شمار تفاسیر بھی لکھی گئیں ہیں لیکن اس سب کے باوجود ہم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ ان بدّوؤں کے نزدیک قُرآن ایک زندہ حقیقت تھی جس کو سن کر وہ فوراً اس پر عمل کرتے تھے۔ لیکن آج ہم نے اس کو

ثواب کی ایک کتاب سمجھ کر اپنی زندگی اور روح سے غیر متعلق کر دیا ہے۔

تو کیا قُرآن آج بھی ہمارے لئے ویسے ہی نفع بخش اور زندگی کو تبدیل کرنے والی کتاب بن سکتا ہے؟ اس کا جواب یقیناً "ہاں" ہی ہے۔ بس بات صرف یہ ہے کہ ہم قُرآن کو اسی طرح پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں جس طرح دورِ اوّل میں اہلِ عرب اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا۔

اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ابھی یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم نے قُرآن کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔ مزید وقت ضائع کئے بغیر یہ کام آج ہی شروع کر دیں۔ کل کا انتظار نہ کریں اس لئے کہ کل کا انتظار کرنا بھی شیطان کا ایک حربہ ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیں کل کبھی نہیں آیا کرتا۔

"سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم قرآن پر ایمان لے آئیں۔ یہ بات عجیب سی لگتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں، زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق۔۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہمیں قرآن مجید پہ کامل یقین ہے لیکن ہمارا طرزِ عمل اس کے خلاف ہے۔ نہ ہم اس کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے ہیں اور نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے احکامات پہ عمل کرتے ہیں۔ اس لئے یہ ثابت ہوا کہ دراصل ہمارا ایمان کمزور ہے۔ ہم زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ یہ اللہ ربُّ العزت کا کلام ہے لیکن یقین کی دولت سے محروم ہیں۔ ورنہ جسے یہ یقین ہو جائے تو اس کا تو اوڑھنا بچھونا ہی قرآن بن جاتا ہے"۔

(صفحہ ۳ قرآن مجید کے حقوق۔ چلڈرن قرآن سوسائٹی، ۱۷ وحدت روڈ لاہور)

قرآن سیکھنے کے لئے ہمیں اس کام کو اپنی زندگی کی اوّلین ترجیحات میں رکھنا ہو گا۔ ہم دنیاوی تعلیم کے لئے زندگی کے کئی سال سکولوں اور یونیورسٹیوں میں لگا دیتے ہیں۔ اپنے بچوں کے لئے بہترین سکولوں اور کالجوں کا انتخاب کرتے

ہیں۔انہیں گھر میں یا ٹیوشن سنٹروں میں لے جانے کے لئے اپنا مال اور وقت خرچ کرتے ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ ٹھیک اور ضروری ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا ہو گا کہ ہم اپنے اور اپنے بچوں کے لئے قرآن کی تعلیم کا کیا بندوبست کر رہے ہیں ؟ اپنے وسائل اور وقت کا کتنے فیصد اس کام پہ خرچ کر رہے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بچے کی ٹیوشن یا اپنی کسی دوسری مصروفیت کے لئے تو پیسہ خرچ کرنے کے علاوہ کئی میل دور جانے اور گھنٹوں وقت دینے کو تیار ہیں لیکن مفت میں قرآن سیکھنے کے لئے بھی تھوڑا سا وقت اور چند منٹ کا فاصلہ طے کرنا بھی گوارا نہیں؟اور اس بات پہ اکتفا کر بیٹھے ہیں کہ چند سو روپوں کے عوض بچوں کو صرف ناظرہ قرآن پڑھانے کے لئے ایک قاری صاحب کا بندوبست کر لیا ہے۔اور خود بغیر سمجھے قرآن پڑھنے پہ اکتفا کر لیا ہے؟

بہتر تو یہی ہے کہ قرآن استاد سے پڑھ اور سیکھ لیں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے استاد میسر نہیں تو انفرادی کوشش کریں یا دوچار افراد مل کر آپس کے مشورے سے کسی بھی مستند تفسیر سے پڑھنا شروع کر دیں ۔ اپنی کوئی رائے قائم نہ کریں۔ جہاں بات پوری طرح سمجھ نہ آئے اور ضرورت محسوس ہو تو بعد میں علمائے کرام سے تفصیل معلوم کر لیں اور جب دوبارہ آپس میں مل کر بیٹھیں تو ساتھی ایک دوسرے کو علماء کی سمجھائی ہوئی تفصیل بتا دیں۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے"۔(جامع ترمذی)

"يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶ۙ"

(البقرہ آیت ۲۶)

اس سے (خدا) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا ہے تو نافرمانوں ہی کو" (تفسیر ابنِ کثیر)۔ قرآنِ کریم کا مطالعہ کرتے وقت ہم کھلے ذہن اور دل سے اللہ کا حکم جاننے اور اسی کی آواز سننے کی کوشش کریں۔ اس میں اپنے خیالات تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں اپنی ہی آواز کی بازگشت سنائی دے گی اور ہم اللہ کی آواز نہیں سن سکیں گے۔

اس کام کی ابتدا میں سب سے اہم بات اخلاص نیت ہے۔ ہمارا یہ مصمّم ارادہ ہو کہ قُرآن کو سمجھ کر اس کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو تبدیل کریں گے۔ اس کا رنگ سب سے بہتر رنگ ہے ہم اس میں اپنے آپ کو رنگ لیں گے۔ قرآن کو عملی طور پہ سمجھنے اور اس کے صحیح ادراک کے بارے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"اسے تو پوری طرح آپ اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب آپ اسے لے کر اٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی ہے اسی طرح قدم اٹھاتے جائیں۔۔۔۔ قرآن کے احکام، اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کی معاشی اور تمدّنی ہدایات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس کے بتائے ہوئے اصول و قوانین آدمی کی سمجھ میں اس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک وہ عملاً ان کو برت کر نہ دیکھے۔ نہ وہ فرد اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس کی پیروی سے آزاد رکھا اور نہ وہ قوم اس سے آشنا ہو سکتی ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی روش کے خلاف چل رہے ہوں۔"

(تفہیم القران، جلد اول صفحہ ۳۴-۳۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن پڑھنے، اس کی تعلیمات کو سمجھنے، اس پہ عمل کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین